تعزیر وقصاص میں قرائن سے اثبات جرم

تحریر: ڈاکٹر محمد شعیب
شاہ عنایت قادری اکیڈمی، نوری سٹریٹ نمبر A-1، بلال گنج، لاہور

معاملات ومقدمات میں عدل کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے قاضی کو وسائل اثبات کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ شہادت (Evidence) اقرار، لعان، قسم لوگوں کے باہمی تنازعات میں تصفیے کے لیے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ انسانی فطرت شواہد وآثار کے ذریعے حدود وقیود کو متعین کرتی ہے۔ معاشرتی زندگی میں بھی انسان طبائع میں تنوع کے سبب اور خواہشات ومعمولات میں پسند وناپسند کے تحت مسائل ومشکلات کا شکار ہوتا ہے۔ ان مسائل ومشکلات کے تناظر میں پیش آنے والے حادثات وعوامل کا حل اگر وسائل اثبات میں نمایاں نہ ہو تو قرائن کے ذریعے حالات وواقعات کی حقیقت تک رسائی حاصل کی جاتی ہے اور ایسے نتائج حاصل کیے جاتے ہیں جو حق کی راہ متعین کرتے ہوں۔

تعزیر وقصاص میں معاشرتی دباؤ، روپے کا لالچ، اقربا پروری، سیاسی اپروچ اور عزت وغیرت کے مسائل ایسے عوامل ہیں جو عدالتوں میں ہونے والے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ قرائن چونکہ ان قباحتوں اور معاشرتی آلائشوں سے مبرا ہوتے ہیں اس لیے جب ان میں قطعیت پائی جائے تو یہ گواہی اقرار اور قسم سے زیادہ قابل اعتبار اور قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ قرآئن کے اثبات یا علم میں آنے میں معاشرتی دباؤ، روپے کا لالچ، اقربا پروری یا سیاسی اثر ورسوخ اثر انداز نہیں ہوتے اسی بناء پر تعزیر وقصاص میں قرائن کے دائرہ کار پر بحث کی گئی ہے۔

تعزیر وقصاص میں قرائن سے اثبات:

قرائن قویہ کے ساتھ شراب نوشی کا ثبوت: قرائن قویہ کے ساتھ شراب نوشی کا ثبوت احناف کے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ شراب کی بو کا پایا جاتا۔ موسوعۃ فقہ عبداللہ بن مسعودؓ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے شام میں قرآن مجید کی تلاوت کی۔ ایک شخص نے اس میں غلطی نکالی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ کلام نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے سن کر تعریف کی۔ تم کیسے جھٹلاتے ہو۔ تو جب اس شخص کے قریب ہوئے تو اس کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی۔ جس پر انہوں نے اس پر حد قائم کی۔ ایک شخص اپنے بیہوش بھتیجے کو لایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی اور اسے قید کرنے کا حکم دیا اور دوسرے دن اس کو بلا کر اس

پر حد جاری کر دی۔(۱)

القضاء والاثبات فی الفقہ الاسلامی میں ہے:

''کل قرينه قاطعة شرعية لا يجوز نقضها ويتعين الاخذ بها والحكم بمقتضاها''(۲)

''ہر شرعی قرینہ قاطعہ میں نقض جائز نہیں قرینہ کو اخذ کرنے کے لیے اور اس کے مقتضاء کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے اس کا تعین ضروری ہے۔''

حدود میں ضروری نہیں کہ شہادت صحیح ہو بلکہ جھوٹی شہادتیں ادا کر کے حقائق کو غلط رنگ دیا جاتا ہے جس کی بناء پر عدل نہیں ہو پاتا جیسے چار مردوں نے ایک عورت کے زنا کی گواہی دی جبکہ وہ باکرہ پائی گئی۔(۳) باکرہ ہونے کے قرینہ نے چار مردوں کی گواہی غلط ثابت کر دی۔

السرقۃ لموجبۃ للقطع فی افقہ الاسلامی میں ہے:

''يرى بعض الفقهاء جواز الحكم بالقرآئن والامارات فى الحدود وغيرها اذا كانت ظاهرة الدلالة على الحق''(۴)

''بعض فقہاء کرام نے حدود اور تعزیر میں قرئن و امارات (نشانیوں) کے ذریعے فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے جب ظاہر (قرائن) حق پر دلالت کرتے ہوں''

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں صراحت کی گئی ہے:

''ويقضى بالنكول عند ابى حنيفة فى القصاص فى الاطراف حالة العمد وبالدية حالة الخطا ولا يقضى فيه عنده بالقصاص بالنفس لا بالدية لكن يحبس الجانى حتى يقر او يحلف''(۵)

''قسم اٹھانے سے باز رہنے والے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ حالت عمد میں قصاص اور حالت خطا میں دیت کا فیصلہ کیا جائے گا جبکہ قصاص بالنفس میں نہ قصاص کا فیصلہ ہوگا اور نہ دیت کا لیکن مجرم کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ اقرار نہیں کرتا یا قسم نہیں اٹھاتا''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمد اور خطا میں قسم سے دستبردار ہونے کو قرینہ سمجھ کر امام اعظم ابوحنیفہؒ عمد میں قصاص کا اور خطا میں دیت کا حکم دیتے ہیں۔ حدود میں قرآئن کے ذریعے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

التشریع الجنائی الاسلامی میں ہے:

’’القرینۃمعتبرۃفی الزناھی ظھورالحمل فی امراء ۃغیرمتزوجۃ او لایعرف لھا زوج ویلحق بغیرالمتزوجۃ من تزوجت لصبی لم یبلغ العلم او بمجبوب ومن تزوجت بالصبی فولدت لاقل میں ستۃ اشھروالاصل فی اعتبارقرینۃالحمل دلیلاعلی الزناقول اصحاب النبی ﷺوفعلھم فعمرؓ یقول الرجم واجب علی کل من الزنامن الرجال والنساء اذاکان محصنا اذااقامت بینہ اوکان الحبل او الاعتراف وروی عن عثمانؓ انہ انی بامراۃولدت لستۃ اشھر کاملۃ فرای عثمان عن ترجم فقال علی لیس لک علیھاسبیل‘‘(٦)

’’زنا میں قرینہ معتبر ہے غیر شادی شدہ عورت کا حمل ٹھہر جانا قرینہ ہے جس عورت کے خاوند کا پتہ نہیں ہے بغیر شادی کے یا جس نے صبی کے ساتھ شادی کی جس کا علم نہیں یا مجبوب کے ساتھ اور جس نے صبی کے شادی کی اور اس نے چھ ماہ سے کم میں بچہ جنا تو اس میں اصل کا اعتبار کرتے ہوئے حمل قرینہ کے ذریعے زنا پر دلیل قائم کی جائے گی۔صحابہ کرام کی یہی رائے ہے اور عمرؓ نے اسی پر عمل کیا ہے۔مردوں اور عورتوں میں سے جو کوئی بھی زنا کرے اس پر رجم واجب ہے جب وہ محصن ہوں اور ان پر دلیل ثابت ہو جائے یا حمل ظاہر ہو جائے یا وہ اعتراف کر لے۔حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی ۔اس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا تو عثمانؓ نے کہا کہ اس کو رجم کیا جائے گا تو علیؓ نے کہا کیا اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

حدود و تعزیرات' قصاص و دیت' نکاح و طلاق اور مالی حقوق و معاملات میں گواہی کا قبول کرنا یا ادا کرنا قاضی کی صوابدید پر ہے۔اس میں عورت اور مرد کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔عورت اگر اپنے بیان میں الجھے بغیر واضح گواہی ادا کرتی ہے تو یہ گواہی صرف اس بناء پر رد نہیں کی جا سکتی کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت یا مرد موجود نہیں۔اب مرد کی گواہی میں اگر ابہام و اضطراب ہے تو اسے محض اس وجہ سے قبول نہیں کیا جائے گا کہ وہ مرد ہے عدالت اگر گواہوں کے بیانات اور دوسرے قرائن و حالات کی بناء پر مطمئن ہو جاتی ہے کہ مقدمہ ثابت ہے تو وہ لامحالہ اسے ثابت قرار دے گی اور اگر عدالت مطمئن نہیں ہوتی تو بلاشک اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ دس مردوں کی گواہی بھی قبول کرنے سے انکار کر دے(۷)

عدالتی نظام میں تمام وسائل اثبات میں قرآئن کے ذریعے تقویت حاصل کی جاتی ہے۔قرآئن کسوٹی کا کام دیتے ہیں۔قرآئن کے ذریعے وسائل اثبات کی جانچ پرکھ ہوجاتی ہے۔

امام محمد بن احمد بن ابی سہل ابوبکر السرخسی'المبسوط میں بیان کرتے ہیں:

مدعا علیہ کا قسم سے انکار کرنا حد کو ثابت کرتا ہے یا نہیں۔اس میں فقہاء کا اختلاف ہے زنا اور شرب خمر کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ دونوں اللہ کی خاص حدود ہیں تو وہاں یمین سے انکار متصور نہیں ہوگا کیونکہ قسم سے انکار اقرار کے قائم مقام ہے اور اللہ کی خاص حدود میں قائم مقام معتبر نہیں ہے۔(۸)

البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بیان کیا گیا ہے۔

قسم اٹھانے والا حد کو ثابت کرنے کے لیے نہیں بلکہ حق کو ثابت کرنے کے لیے قسم اٹھاتا ہے جیسا کہ ایک شخص کا اپنی بیوی کو طلاق دے کر معلق کرنا یا شرب خمر پر معلق کرنا عورت نے اگر مطلق طلاق کا دعوی کیا تو شوہر کا انکار قسم کا موجب ہوگا اگر قسم سے دست بردار ہوگیا تو طلاق واقع ہوجائے گی لیکن اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ طلاق وغیرہ کے معاملات میں قسم کا اعتبار کیا جاتا ہے۔(۹)

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے:

حد قذف میں قسم کے انکار کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ قسم سے انکار پر حد قذف ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں شبہ ہے اور شبہ سے حد ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ اللہ کا حق ہے۔باقی حدود پر قیاس کرتے ہوے ء ثابت نہیں ہوگا۔(۱۰) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ قسم سے انکار کو معتبر قرار دیتے ہیں اور حد ثابت ہونے کی دلیل دیتے ہیں۔امام شافعیؒ اور بعض حنفی فقہاءؒ کے نزدیک اس میں بندے کا حق غالب ہے۔(۱۱)

قسم سے انکار ان آئمہ کے نزدیک قرینہ ہے جو حد ثابت کرتا ہے۔

عبد القادر عودہ'التشریع الجنائی الاسلامی میں بیان کرتے ہیں:

حد قذف میں امام شافعیؒ کے نزدیک حد ثابت ہوتی ہے جب مقذوف کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو وہ قاذف سے قسم لے لے۔اگر قاذف انکار کرے تو اس کے حق میں قذف ثابت ہوجائے گا۔امام ابوحنیفہؒ کے بعض احباب قسم کا اعتبار کرتے ہیں اور قسم میں حق عبد کو غالب قرار دیتے ہیں۔احناف کے نزدیک قسم ایسا قرینہ ہے جس سے حد قذف ثابت ہوتی ہے۔قسم کا اعتبار کرنے والے ایک گروہ نے قسم کے انکار پر

حد کو ثابت کیا اور دوسرے نے تعزیر کو جس نے قسم کے نہ ہونے کا اعتبار کیا ہے تو اس کو اللہ کا حق اعتبار کیا ہے۔ حقوق اللہ کو غالب سمجھا ہے تو اس نے اللہ کے باقی حقوق کے ساتھ ملا کر یہ کہا کہ قسم یا انکار قسم سے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ امام احمدؒ اپنے قدیم قول میں قذف میں انکار قسم کو قضاء کا قرینہ قرار دیتے ہیں (۱۲)

فقہاء غیر مالی حقوق کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ بعض فقہاء تمام حقوق کے بارے میں قرآئن پر عمل کرتے ہیں اور بعض دیگر حالات میں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ قرآئن سے حدود کے اثبات کے بارے میں بعض حنفیہ، امامیہ جبکہ مالکیہ حنابلہ کلی طور پر قائل ہیں۔ ان کے نزدیک جب ایک غیر شادی شدہ مقیم جو مسافر نہ ہو عورت حمل سے پائی جائے تو زنا کی حد کا اثبات ہو گیا جبکہ اس پر جبر کے نشانات نہ ہوں اس پر سند حضرت عمرؓ کا قول ہے جسے امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ سنن ابوداؤد میں ہے:

”کان فیماانزل اللہ آیۃالرجم فقراناھاوعقلناھاووعیناھا“(۱۳)

”قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے آیت رجم نازل کی ہے پس ہم اسے پڑھتے (عمل کرتے) ہیں اس سے عقل حاصل اور (دیت ادا کرتے) ہیں اور اس کو قبول کرتے ہیں“

رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا پس خوف پیدا ہوا کہ لوگوں پر زمانہ گزرنے سے یہ نہ ہو جائے کہ کہنے والا کہے کہ خدا کی قسم ہم کتاب اللہ میں رجم نہیں پاتے اور اللہ کے اتارے ہوئے فریضے کو ترک کرنے سے وہ گمراہی میں جا پڑے۔ رجم کتاب اللہ میں حق ہے شادی شدہ زانی پر مردوں اور عورتوں میں سے جب بینہ قائم ہو جائے یا حمل ہو جائے یا اقرار ہو جائے۔

”عن عبداللہ بن عباسؓ قال سمعت عمربن الخطابؓ یقول الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی من الرجال والنساء اذااحصن اذاقامت البینۃ اوکان الحبل اولاعتراف“(۱۴)

”عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے عمر بن خطابؓ سے سنا کہ رجم کتاب اللہ میں حق ہے اس پر جو مردوں اور عورتوں میں سے زنا کرے شادی شدہ ہوں جب ان پر دلیل ثابت ہو جائے یا حمل یا اعتراف (اقرار) سے۔

سنن ابوداؤد میں بیان کیا گیا ہے:

اس بارے میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نماز کے ارادے سے باہر نکلی اسے ایک آدمی ملا اور اس پر غلبہ پا لیا اور اپنی حاجت پوری

کی۔اس نے چیخ ماری وہ بھاگ نکلا تو اس کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بتایا کہ اس کے ساتھ یہ فعل ہو گیا ہے۔مہاجرین صحابہؓ کی ایک جماعت اسے پکڑ لائی۔اس عورت نے کہا کہ ہاں یہ وہی ہے تو لوگ اسے نبی کریم ﷺ کے دربار میں لائے۔اس کو رجم کیا گیا۔(یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے)

امام ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں استدلال کرتے ہیں:

''فهذادليل على اعتبارالقرآئن والاخذبشواهدالاحوال فى التهم وهوساعليه فقهاء المدينة''(۱۵)

''محترم شہروں کے رہنے والے محکم فقہاء نے قرآئن پر شرعی حدود میں اعتبار کیا ہے''

قتل میں قرائن کا اعتبار:

قتل کے مقدمات میں بھی قرآئن سے مدد لی جاتی ہے بلکہ اکثر واقعات میں قتل کی تمام تفتیش قرائن کے سہارے ہی آگے بڑھتی ہے اور قرآئن کی کڑیوں کو ملاتے ہوئے اندھے قتل (Blind Murder) کی گتھی سلجھائی جاتی ہے۔اب تھانوں میں جدید آلات کے ذریعے قتل کے ملزم کا سراغ لگایا جاتا ہے۔اصل قاتل یا ملزم قاتل میں فرق بھی قرآئن کے ذریعے کیا جاتا ہے۔دوران تفتیش پولیس ملزم کے چہرے کے تاثرات، گفتگو کے انداز اور بیان میں موجود تضادات کے قرائن کے سہارے ہی اس کے گناہ گار یا بے گناہ ہونے کے نتیجے تک پہنچتی ہے۔

اسلامی فقہ میں قتل ثابت کرنے کے لیے مقتول کے ورثاء سے قسم لی جائے گی جب قرینہ غیر قطعی ہو (قسامت کی تعریف) متہم پر الزام قتل ثابت کرنے کے لیے اولیاء مقتول کا قسمیں کھانا یا خود متہم کا اپنے اوپر سے الزام قتل رفع کرنے کے لیے قسم کھانا)(۱۶) کا جاہلیت میں اعتبار کیا جاتا تھا۔اسلام نے بھی قسامت پر اعتبار کیا ہے۔صحابہؓ سے اس کا اقرار و اعتبار منقول اور ثابت ہے۔

نظریۃ الاثبات فی الفقہ الجنائی الاسلامی میں بیان کیا گیا ہے:

''الاصل فى القتل انه يثبت بالشهادةاوبالاقرارفهل يثبت بالقرينة لايثبت القتل الابهذ الادلةوانمايجوزان تكون القرينة لوث (علامت)يجوزلولى القتيل ان يطلب القسامة''(۱۷)

''قتل میں اصل یہ ہے کہ شہادت اقرار کے ذریعے ثابت کیا جائے پس کیا یہ قرینہ سے ثابت ہوتا ہے؟ اس سے قتل ثابت نہیں ہوتا۔جب تک اس پر دلیل قائم نہ کی جائے قرینہ اور علامت کے ذریعے جائز ہے۔مقتول کے ولی کے لیے قسم طلب کرنا جائز ہے۔

خون کے حق کو محفوظ رکھنے کے لیے قسامت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ شریعت حفظ خون پر شدید حریص ہے اور اس کو ضائع نہیں جانے دیتی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قسامت اس وقت ممکن ہے جب مقتول کا جسم محلہ میں پایا جائے اور قاتل مجہول ہو تو یہ قتل پر دلیل نہیں بلکہ اہل محلہ کی دلیل ہوگی کہ وہ قسم اٹھائیں کہ وہ اس کے قتل سے بری ہیں۔ اس صورت میں ان سے قصاص ٹل جائے گا کیونکہ مقتول ان کے درمیان پایا گیا۔

قتل پر شہادت قبول کرنا اور قاتل پر قصاص کا حکم:

جب گواہوں نے کہہ دیا کہ مجرم نے مقتول کو جان بوجھ کر قتل کیا ہے باوجود اس کے کہ جان بوجھ کر کوئی عمل کرنا یہ اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا کہ نیت کیا ہے اس کے باوجود ان کی شہادت قرآئن ظاہرہ پر اعتماد کرتے ہوئے قبول کی جائے گی جیسا کہ آلہ قتل کا اکثر استعمال اور مجرم کا مقتول کے ساتھ ساتھ چلنا اس کے قتل کرنے پر قطعی اور تائیدی قرآئن ہیں۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ کی دفعہ ۱۷۴۱ کے مطابق مقتول کے گھر کے باہر مضطرب پریشان حال جس آدمی کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہو پر بغیر کسی دوسری دلیل کے قتل ثابت ہو جائے گا اور شک وہم میں مبتلا نہیں ہوا جائے گا۔ (۱۸)

زنا میں قرآئن کا اعتبار:

نظریۃ الاثبات فی الفقہ الجنائی الاسلامی میں ہے۔ فقہاء نے زنا میں قرآئن پر اعتبار کرتے ہوئے حد جاری کی ہے۔ حمل کا ظاہر ہونا بغیر نکاح کے زنا پر قرینہ ہے۔ (۱۹)

جب مقذوف کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو قاذف سے قسم لے کر قذف ثابت ہو جائے گا اگر قاذف قسم سے انکار کرے تو پھر قاذف پر قذف ثابت ہو جائے گا کیونکہ قاذف کا انکار دلیل نہ ہونے پر قرینہ ہے۔ جب قاذف کے پاس گواہ نہ ہو تو اس سے مقذوف قسم لے گا اگر مقذوف نے قسم سے انکار کیا تو اسکا یہ انکار قذف کی صحت کے لیے کافی ہوگا کیونکہ انکار قرینہ ہے اور قاذف سے حد کا فیصلہ ختم کر دیا جائے گا۔

علامہ علاؤالدین الکاسانیؒ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں بیان کرتے ہیں:

ہماری رائے میں اگر کوئی نابالغ یا پاگل مرد کسی اجنبی عورت سے مباشرت کرے تو اس مرد پر حد واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کے فعل پر حرام کی اصطلاح صادق نہیں آتی اور نہ ہی اس کی یہ مباشرت زنا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ عورت بھی مستوجب حد نہیں خواہ وہ اس

فعل پر رضا مند ہوگئی البتہ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی رائے کے مطابق اس پر حد واجب ہوگی۔اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اگر کوئی عاقل اور بالغ مرد کسی نابالغ یا پاگل عورت سے بدفعلی کا مرتکب ہوتو اس پر حد واجب ہوگی مگر اس نابالغ یا پاگل عورت پر حد نہ ہوگی نابالغ اور پاگل کا فعل زنا نہیں ہوتا۔(۲۰)

نابالغ اور پاگل ہونا زنا کے احکام لاگو نہ ہونے پر قرینہ ہے اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کے ساتھ بحالت حیض، نفاس یا روزہ مباشرت کرلے یا نامحرم عورت کے ساتھ بعد نکاح مباشرت کرلے یا اپنی زوجہ سے ظہار یا ایلاء کے بعد مباشرت کرلے تو اگرچہ مذکورہ ہرصورت میں فعل مباشرت حرام ہے مگر نکاح یا ملکیت کے قائم ہونے کی وجہ سے اسے زنا قرار نہیں دیا جاسکتا۔لہذا ایسی مباشرت کی بناء پر زنا کی حد واجب نہ ہوگی۔(۲۱)

اس لیے کہ نکاح یا ملکیت کا ہونا زنا نہ ہونے پر قرینہ ہے۔اسی طرح مشترکہ باندی کے ساتھ مباشرت اگرچہ فعل حرام ہے اور مرتکب کو اس کی حرمت کا علم بھی ہونا چاہیے مگر اس پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ یہ محل اشتباہ ہے۔ایسے ہی اگر کوئی شخص کسی مجوسی عورت یا مرتد عورت یا مکاتبہ یا بذریعہ رضاعت یا بوجہ مصاہرت محرم عورت سے یا ایسی مشترکہ باندیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جن پر مالکانہ حقوق کا قائم ہونا ابھی باقی ہے کوئی شخص مباشرت کرلے تو اگرچہ مذکورہ بالا ہر مباشرت فعل حرام ہے اور اس فعل کی حرمت سے مرتکب وقت ارتکاب خواہ آگاہ بھی ہو مگر ایسی کسی مباشرت سے زنا کی حد واجب نہیں ہوتی۔(۲۲)

بعض فقہاء نے زنا میں حد کو قرآئن سے ثابت نہ کرنے میں نبی کریم ﷺ کے اس قول کو بنیاد بنایا ہے۔سنن ابن ماجہ میں قاسم بن محمد سے روایت کیا گیا ہے:

''لو كنت راجما احدا بغير بينة لرجمت فلانة فقد ظهر منها الريبة في منطقها وهيأتها وسن يدخل عليها''(۲۳)

''اگر میں کسی کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا جس کی وضع قطع سے شک اور تہمت کی سچائی بالکل نمایاں ہو رہی تھی''

سید محمد متین ھاشمیؒ اسلامی حدود میں بیان کرتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زنا میں چار مرتبہ اقرار ضروری ہے اور یہ اقرار قاضی کی مجلس میں قابل اعتبار ہوگا۔ذاتی مجلس میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔(۲۴)

زنا میں قرائن کے ذریعے خلفائے راشدین کے احکامات کا جاری کرنا سب سے بڑی دلیل ہے۔

سرقہ میں قرائن کا اعتبار:

چوری میں چور کے پاس سے مال مسروقہ کی برآمدگی اس کے چوری کرنے پر مضبوط قرینہ ہے۔ اس لیے کہ گواہی اور اقرار، دونوں وسائل اثبات میں صدق و کذب کا احتمال موجود ہے جبکہ چور کے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہونا اس کے چور ہونے پر مضبوط دلیل و حجت اور قرینہ ہے۔ لہذا اس بناء پر چور پر حد جاری کی جائے گی۔ (۲۵)

چوری میں قسم سے انکار کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ کے نزدیک کسی قطعی چیز کو ثابت کرنے کے لیے قسم کا انکار حجت نہیں بن سکتا لیکن مال کے ثبوت پر حجت بن سکتا ہے کیونکہ حد یا قطعی حد مدعا علیہ پر قسم سے انکار کو ثابت نہیں کرتی بلکہ قطعیت کو ثابت کرنے کے لیے قسم نہیں اٹھاتا کیونکہ قسم سے انکار یا تو بذل ہوگا یا اس میں اقرار بالشبہ ہوگا اور حد اس سے ثابت نہیں ہوتی اگر کسی نے چوری کا اقرار کیا پھر اقرار سے رجوع کیا تو اس پر قطعی فیصلہ نہیں کیا جائے گا لیکن مال قسم سے دست بردار ہونے میں آدمی کے حق کو ثابت کرتا ہے اور مال شبہ کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کیونکہ سرقہ پر دو چیزیں مرتب ہوتی ہیں۔ قطعیت اور مال۔ دلائل سے مال کا ثبوت ملتا ہے قطعیت کا نہیں۔ (۲۶)

شرح العنایہ علی الھدایہ میں ہے:

محمد بن حسنؒ نے کہا قاضی مدعی سے پوچھے گا تو کیا چاہتا ہے؟ اگر اس نے کہا قطعیت کو چاہتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا حدود میں قسمیں قابل اعتبار نہیں ہیں اگر اس نے کہا میں مال چاہتا ہوں تو اسے کہا جائے گا۔ چوری کا دعوی چھوڑ دے اور مال کا دعوی کرے۔ (۲۷)

نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج میں بیان کیا گیا ہے:

قسم سے انکار مال کے ثبوت کا قرینہ ہے۔ امام شافعیؒ کی راۓ میں حد صرف قسم سے انکار پر ثابت نہیں ہوتی بلکہ مدعی پر قسم پیش کی جائے گی۔ اگر قسم اٹھالی تو مال اور قطعیت دونوں ثابت ہوتے ہیں۔ (۲۸)

مدعا علیہ کا قسم سے انکار کرنا مال اور قطعیت ثابت کرنے پر قرینہ ہے۔ چور سے مسروقہ مال کی برآمدگی بینہ اور اقرار سے زیادہ مضبوط ہے۔

فتح القدیر میں بیان کیا گیا ہے:

مسروق کا حرز سے اختراج اقرار سے ہو یا احوال کے قرائن سے جیسے کہ حرز سے نصاب

کا نکال لیانا دو مرتبہ جبکہ ایک مرتبہ بھی ممکن نہ ہو تو قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چوری کے نصاب کا ارادہ رکھتا تھا اس لیے اس نے دو مرتبہ نکالنے کی کوشش کی۔(۲۹)

روضۃ القضاۃ وطریق النجاۃ کے مادہ ۶۹۷۶ میں بیان کیا گیا ہے:

''فقالوا لا یقطع السارق فی اقل من عشرۃ دراہم او ماقیمتہ ذلک والمعتبر بالدراھم''(۳۰)

''دس دراہم سے کم چوری کرنے کی صورت میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا''

شراب میں قرائن کا اعتبار:

شراب پینے کی حد جاری کرنے میں قرائن پر اعتبار کیا جاتا ہے۔شراب کی بو میں جو احتمال ہے وہ استدلال سے پہلے ہے اور تمیز استدلال کے بعد ہے یعنی استدلال کے بعد جب اس میں فرق کیا تو احتمال نہ رہا۔

فتح القدیر میں بیان کیا گیا ہے:

''بان الاحتمال فی نفس الروئح قبل الاستدلال والمتمیز بعد الاستدلال علی وجہ الاستقصاء''(۳۱)

سر چکرانا' لڑکھڑاتے ہوئے چلنا' لایعنی باتوں کا کہنا یہ سب شراب پینے پر قرائن ہیں جبکہ جس شخص میں یہ علامات پائی جائیں وہ نارمل زندگی میں ٹھیک ٹھاک ہو۔

سنن ابوداؤد میں بیان کیا گیا ہے:

حضرت عثمانؓ بن عفان کے پاس ولید کو لایا گیا دو اشخاص گواہ بن گئے۔ایک نے کہا کہ ولید شراب کے نشہ میں تھا دوسرے نے گواہی دی کہ ولید چکرا رہا تھا۔حضرت عثمانؓ نے کہا کہ شراب کے بغیر چکرانا نہیں ہوتا۔حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے اسے کوڑے مارنے کے لیے کہا حضرت حسنؓ نے کہا اے عبداللہ بن جعفر اسے کوڑے لگاؤ اور حضرت علیؓ گنتے رہے۔چالیس جبکہ حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے لگوائے تھے۔یہ سب سنتیں ہیں۔(۳۲)

السنن الکبریٰ میں بیان کیا گیا ہے:

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ جارود نے قدامہ پر شراب نوشی کی گواہی دی۔حضرت عمرؓ نے قدامہ کو بحرین کا امیر بنا دیا جارود نے فرمایا کہ تیرے ساتھ اور گواہ کون ہے۔ انہوں نے

کہا علقمہ خصی تو اس کو بلایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ علقمہ نے پوچھا کیا خصی کی شہادت جائز ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مسلمان ہونے کے بعد خصی کی شہادت مقبول ہے۔ علقمہ نے کہا میں نے اسے تھال میں شراب کی قے کرتے دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا قسم ہے اس کا قے کرنا شراب سے تھا پھر حکم دیا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں۔ قے حد واجب کرنے پر قرینہ ہے۔ شراب کی قے کرنا یا نشے میں متوالا ہونا شراب نوشی کے بعد یہی ہوتا ہے۔ قے کرنا شراب نوشی پر بینہ اور اقرار جیسی دلیل ہے۔ (۳۳)

تبصرۃ الحکام میں بیان کیا گیا ہے:

فقہاء حد خمر کے اثبات میں شراب کی بو یا قے کے قرینے کی بناء پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ بو شراب پینے پر قرینہ ہے اور شراب کی قے اس کے پینے پر دلیل ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا شراب کی قے نہیں ہوسکتی مگر اسے پینے کے بعد یہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ (۳۴)

اسلامی قانون فوجداری میں بیان کیا گیا ہے:

شراب خوری دو مردوں کی گواہی اور ایک بار کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے اور اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو بار اقرار ہونا چاہیے۔ شراب انگوری پینے سے اگر نشہ نہ آئے تب بھی حد واجب ہوگی۔ (۳۵)

شراب میں بھی خلفائے راشدین سے قرائن کی بناء پر حد جاری کرنا ثابت ہے۔

تعزیر و قصاص میں قرائن:

قرائن کی بناء پر تعزیر دینے میں نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ اور فقہاء سب متفق ہیں۔ جمہور فقہاء قصاص میں قسامت میں مشروعیت قرآئن پر متفق ہیں۔ ابن فرحون کا کہنا ہے کہ قصاص کے واجب ہونے میں قرائن پر عمل جائز ہے اور یہی دلیل پیش کی ہے جو مجلۃ الاحکام العدلیہ کے مادہ ۱۷۴۱ میں بیان کی گئی ہے۔ ابن عابدینؒ اور ابن غرسؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۳۶) حنفی فقہاء خون کے مقدمات میں (نکول) پر عمل کرتے ہیں لیکن آپس میں اختلاف رائے موجود ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نکول کے ساتھ قصاص کو ثابت کرتے ہیں۔ ان مقدمات میں جو جان کے علاوہ ہوں جبکہ صاحبینؒ جان اور اس کے علاوہ مقدمات میں ارش (قتل کے علاوہ جسم کو دوسری ضربات و ضرر پہنچانے کے عوضانے کو ارش کہا جاتا ہے) کو واجب کرتے ہیں قضا بالنکول قضاء بالقرائن سے عبارت ہے۔ اس لیے یا تو تاکل

انکار کرے گا یا اقرار۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قسم کا پیش کیا جانا واجب ہوتا اقامت کے طور پر اور جان کو ضرر سے دور کرنے کے لیے تو یہ ظاہر حال کا لینا ہوا۔ اور اصلی برائت پر اس کی ترجیح ہوئی۔

علامہ ابوبکر علاؤالدین الکاسانیؒ بدائع الصنائع میں بیان کرتے ہیں:

اگر کوئی شخص مقتول پایا جائے۔ اس کے منہ یا ناک یا دبر پیشاب والی جگہ سے خون نکل رہا ہو تو اس پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی کیونکہ ان جگہوں سے خون عام طور پر بغیر کسی ضرب کے، قے، نکسیر یا کسی اور بیماری کی وجہ سے نکل آتا ہے۔ لہذا وہ مقتول نہیں کہلائے گا البتہ اگر خون اس کی آنکھ سے یا کان سے نکل رہا ہو تو اس میں قسامہ اور خون بہا واجب ہوگا کیونکہ ان جگہوں سے عام طور پر خون نہیں نکلتا۔ لہذا خون کا نکلنا کسی نئی ضرب کی طرف منسوب ہوگا۔ اسی لیے اگر کوئی مقتول ایسی حالت میں میدان کا رزار میں پایا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے جبکہ اول الذکر صورت میں شہید نہیں ہوتا۔ (۳۷) مقتول کی لاش پر موجود علامات و قرآئن اس کے شہید ہونے یا طبعی موت مرنے کے بارے میں راہنمائی کرتے ہیں۔

اگر کسی محلے میں اس کا گزر ہو۔ اس پر تلوار یا خنجر سے وار ہو جس سے وہ زخمی ہو جائے اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ کس طرف سے اس پر وار ہوا تھا۔ اس کو اٹھا کر اس کے گھر والوں کے ہاں لایا جائے اور پھر اس زخم کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ اس صورت میں اگر وہ صاحب فراش رہا تو قبیلے کے عاقلہ (معززین (برادری (باپ کی طرف سے رشتہ دار لوگ) پر قسامہ اور دیت واجب ہوں گے اور اگر وہ صاحب فراش نہ ہوا ہو تو طرفین کے قول کے مطابق نہ ہی دیت جبکہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اس پر دونوں ہی صورتوں میں نہ تو قسامہ واجب ہوگا اور ہی ضمان اور یہی ابن ابی لیلیٰؒ کا قول ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے قول کی توجیہ یہ کی ہے کہ اگر زخمی محلے میں نہ مرا ہو تو محلے میں جو جرم واقع ہوا ہے وہ جان سے کم تر ہے اور جان سے کم تر میں قسامہ واجب نہیں ہوتا جیسے کہ کوئی محلے میں دست بریدہ پایا جائے۔ اس لیے اگر وہ صاحب فراش نہ ہو تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ ایسے ہی یہ مسئلہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ کے قول کی توجیہہ یہ ہے کہ اگر وہ زخم سے اچھا نہ ہوا ہو اور وہ صاحب فراش ہی رہا ہو اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی تو اس سے یہ امر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی موت زخم سے واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ زخم اپنے وجود کے وقت سے ہی قتل واقع ہونے کی وجہ بنا۔ لہذا وہ اسی وقت سے مقتول ہے۔ گویا کہ اس کی موت اس محلے میں واقع ہے بخلاف اس کے کہ جب وہ صاحب فراش نہ ہوا تو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ موت زخم سے واقع ہوئی ہے۔ لہذا وہ محلے میں مقتول نہیں پایا گیا اس لیے اس کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ

اگر مقتول کے جسم کا بیشتر حصہ پایا جائے تو اس میں قسامت اور دیت واجب ہوں گے۔(۳۸)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''فان حلفوا غرموا الدیۃ وان نکلوا فاتھم یحبسون حتی یحلفوا وان ادعی القتل علی بعض اھل المحلۃ لا باعیاتھم فکذا الجواب تجب القسامۃ والدیۃ علی اھل المحلۃ وکذا الجواب اذا ادعی علی بعض اھل المحلۃ باعیانھم استحسانا''(۳۹)

''پس اگر انہوں نے قسم کھائی تو وہ دیت کے ضامن ہو گئے اور اگر انہوں نے انکار کیا تو وہ قید میں رکھے جائیں گے حتی کہ وہ قسم کھائیں۔اگر مدعی نے اہل محلّہ کے بعض غیر معین اشخاص پر قتل کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ قسامت اور دیت اہل محلّہ پر واجب ہو گی اور اگر مدعی اس محلّہ کے بعض معین اشخاص پر دعویٰ کیا تو بھی از روئے استحسان یہی حکم ہے''

مقتول اور مردہ میں قرآئن کے ذریعے تخصیص کی جائے گی:

''والقتیل من بہ اثر القتل والمیت من لا یکون بہ اثر القتل وان وجد میت لا اثر بہ فلا قسامۃ ولا دیۃ والاثر ان یکون بہ جراحۃ او اثر ضرب او خنق او خرج الدم من عینہ او اذنہ وان خرج الدم من لفم ان علا من الجوف کان قتیلا وان نزل من الراس فلا وان خرج من دبرہ او ذکرہ فلیس بقتیل(۴۰) وان وجدت البھیمۃ والدابۃ مقتولۃ فلا شئی فیھا ولا یدخل السکان فی القسامۃ مع الملاک عند ابی حنیفۃ ومحمد''(۴۱)

''قتیل سے مراد وہ مردہ شخص ہے جس میں قتل کا اثر موجود ہو اور میت سے مراد وہ مردہ شخص ہے جس میں قتل کا اثر موجود نہ ہو۔اگر مردہ پایا گیا جس میں قتل کا اثر موجود نہیں ہے تو نہ قسامت لازم ہو گی اور نہ دیت لازم ہو گی۔قتل کا اثر یہ ہے کہ اس مردہ شخص پر زخم ہو یا ضرب کا نشان ہو یا گلا گھونٹنے کا نشان ہو یا اس کی آنکھ سے یا اس کے کان سے خون نکلا ہو۔اور اگر خون منہ سے نکلا ہو تو اگر وہ خون پیٹ سے چڑھ کر نکلا ہو تو وہ قتیل ہے اور اگر وہ خون سر سے اترا ہو تو وہ شخص قتیل نہیں ہے اور اگر اس کی دبر سے یا اس کے ذکر سے خون نکلا ہو تو وہ قتیل نہیں ہے۔

اگر چوپایہ یا سواری کا جانور مقتول پایا گیا تو اس میں (قسامت یا دیت) کوئی شے لازم نہ ہوگی۔ قسامت میں مالکوں کے ساتھ سکان داخل نہ ہوں گے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ حکم ہے"

امام ابوالحسن احمد بن محمد القدوریؒ بیان کرتے ہیں:

"واذاوجدالقتیل فی محلة لایعلم من قتله استحلف خمسون رجلاً منهم یتخیرهم الولی باللّٰه ماقتلناوماعلمناله قاتلا فاذا حلفوا قضی علی اهل المحلة بالدیة ولایستحلف الولی ولا یقضی علیه بالجنایة" (۴۲)

"جس کسی محلّہ میں مقتول پایا گیا اور کس نے قتل کیا معلوم نہیں ہے تو پچاس آدمیوں سے جن کو ولی پسند کرے قسم لی جائے گی۔ اللہ کی قسم نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ جب وہ قسم کھالیں تو اہل محلّہ پر دیت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ولی سے نہ تو قسم لی جائے گی اور نہ اس پر جنایت کا حکم کیا جائے گا۔"

امام برھان الدین المرغینانی ہدایہ کتاب الجنایات میں تقابل مذاہب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

امام شافعیؒ نے فرمایا اگر کوئی ایسا لوث یعنی قرینہ موجود ہو جس سے مدعی کے دعوے کی صداقت معلوم ہو تو اولیائے مقتول کو پچاس قسمیں دلائی جائیں گی اور ان کے حق میں مدعا علیہ پر وجوب دیت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ دعوی قتل عمد کا ہو یا قتل خطا کا۔ امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ اگر قتل عمد کا دعوی ہو تو قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا۔ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول اسی طرح ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک لوث کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی ایسی علامت یا قرینہ موجود ہو جو ایک معین شخص کے ارتکاب قتل پر دلالت کرتی ہو مثلاً اس کی تلوار یا کپڑے خون آلود ہوں یا ظاہر حال مدعی کی تائید کرتا ہو۔ مثلاً قاتل ومقتول میں شدید عداوت ہو جس کا علم سب کو ہے یا کوئی عادل شخص اس قتل کا شاہد ہو یا غیر عادل لوگوں کی ایک جماعت ہو جو شہادت دے کہ اہل محلّہ نے اسے قتل کیا ہے اگر ظاہر حال مدعی کی تائید نہ کرتا ہو تو پھر امام شافعیؒ کا مذہب ہمارے مذہب کی طرح ہے۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ ان کے نزدیک قسم میں تکرار نہیں بلکہ قسم ولی کی طرف پھیری جائے گی۔ اگر اہل محلّہ نے قسم کھائی تو ان پر دیت واجب نہ ہوگی۔ قسم کی ابتداء ولی سے کرنے کی دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ (۴۳)

موطا امام مالک میں ہے:

"فقال لهم رسول اللّٰه ﷺ اتحلفون باللّٰه خمسین یمینا وتستحقون دم

صاحبکم او قاتلکم"(۴۴)

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم پچاس قسمیں کھاتے ہو اللہ کی۔ اگر کھاؤ گے تو خون کا استحقاق تمہیں حاصل ہوگا۔

امام مرغینانیؒ بیان کرتے ہیں: قسم اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کی تائید ظاہر حال کر رہا ہو۔ اسی بناء پر قابض پر قسم واجب ہوا کرتی ہے۔ ظاہر حال جب ولی کی تائید کر رہا ہو تو اسی سے قسم کی ابتداء کی جائے گی۔(۴۵)

قسامت کا دارومدار قرائن پر ہوتا ہے۔ یہ شبے سے واجب ہوتی ہے۔ جمہور اس پر متفق ہیں اور یہ وہ شبہ ہوتا ہے جو حکام کے ظن پر غالب ہوتا ہے کہ مدعی اس شبے کو قائم کرنے کا حق رکھتا ہے۔ قسامت اس وقت شروع ہوتی ہے جب مقتول پایا جائے۔ قاتل معلوم نہ ہوں اور بینہ قائم نہ کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

"ومن قتل مظلوما فقد جلعنا لولیه سلطاناً فلا یسرف فی القتل"(۴۶)

"اور ناحق مارا جائے تو بے شک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے"

یہ دلیل جو ولی کے لیے بیان ہوئی' نبی کریمؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قسامت ہے لوث قوی قرینہ ہے جو مدعیوں کی جانب راجع ہے۔ مدعیوں کی طرف مضبوطی کی وجہ سے قسم مشروع ہوئی ہے۔ قسامت کا موجب سبب لوث کا پایا جانا ہے۔ اس طرف جمہور گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی اور اصلاحی اختلاف ہے ورنہ لوث قتل پر قرینہ ہے قسامت سے خبر واحد کی قبولیت مستفاد ہوتی ہے جب اس پر کوئی قرینہ ہو تو اس کی تاویل اور تقویت قتل پر گواہ کی طرح ہو جائے گی اور اموال پر ایسا اولی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قلعہ جی، محمد رواس، الدکتور، موسوعۃ فقہ عبداللہ بن مسعود، مطبعۃ المدنی، القاہرہ، ۱۹۸۴ء، ص ۱۰۸

۲۔ ابوالعینین، عبدالفتاح محمد، القضاء الاثبات فی الفقہ الاسلامی، الامانۃ، مصر ۱۹۸۳ء، ص ۴۲۱

۳۔ العوا، محمد سلیم، الدکتور، فی اصول النظام الجنائی الاسلامی، دار المعارف، القاہرہ، ۱۹۸۳ء، ص ۳۱۵

۴۔ ابوالعینین، عبدالفتاح محمد، السرقۃ الموجبۃ للقطع فی الفقہ الاسلامی، الامانۃ، مصر ۱۹۸۳ء، ص ۴۵۳

۵۔ الزحیلی، وھبۃ، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق ۱۹۸۴م، ص ۳۹۲

۶۔ عودہ، عبدالقادر، التشریع الجنائی الاسلامی، دار الفکر، دمشق، (بدون تاریخ الطبع) جلد ۲، ص ۴۴۰

۷۔ جاوید احمد، میزان، لاہور ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۵

۸۔ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل ابوبکر، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۲۴ھ، ج ۹، ص ۴۳

۹۔ ابن نجیم، زید الدین الشہیر، البحر الرائق، المکتبۃ الماجدیۃ، کوئٹہ (بدون تاریخ الطبع) ج ۷، ص ۲۲۷

۱۰۔ الکاسانی، علاؤالدین، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع، القاہرہ، ۱۳۲۸ھ، ج ۶، ص ۲۲۷

۱۱۔ الشافعی، ابی عبداللہ محمد بن ادریس، الام، مطبعۃ دار الشعب، ۱۳۸۸ھ، ج ۷، ص ۴۴

۱۲۔ التشریع الجنائی الاسلامی، ج ۲، ص ۴۹۰

۱۳۔ السجستانی، ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابوداؤد، دار الفکر، بیروت (بدون تاریخ الطبع) ج ۲، ص ۴۵۷

۱۴۔ مالک بن انس، امام، الموطا، دار الحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ص ۵۹۸

۱۵۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۴۵۷

۱۶۔ ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین، عن رب العالمین، مصر، ۱۹۶۸م، ج ۳، ص ۹

۱۷۔ بھنسی، احمد فتحی، الدکتور، نظریۃ الاثبات فی الفقہ الجنائی الاسلامی، مکتبہ الوائی العربی، ۱۹۶۷م، ص ۲۰۱

۱۸۔ الخوارزمی، ابوالفتح، ناصر بن السید بن علی، ورفقاء، مجلۃ الاحکام العدلیہ، دمشق، ۱۳۸۰ء، مادہ ۱۷۴۱، ص ۳۵۳

۱۹۔ نظریۃ الاثبات، فی الفقہ الجنائی الاسلامی، ص ۱۹۶

۲۰۔ الکاسانی، علاؤالدین، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع، القاہرہ، ۱۳۲۸ھ، ج ۷، ص ۱۰۲

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۰۵

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ ابن ماجہ، امام، سنن ابن ماجہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج ۲، ص ۸۵۵

۲۴۔ ھاشمی، سید محمد متین، اسلامی حدود، مکہ بکس، لاہور، ۱۹۸۱م، ص ۶۸

۲۵۔ نظریۃ الاثبات‘ فی الفقہ الجنائی الاسلامی‘ ص ۱۹۹

۲۶۔ المبسوط‘ ج ۹‘ ص ۱۰۵

۲۷۔ البابرتی‘ محمد بن محمود‘ شرح العنایۃ علی الھدایۃ‘ بیروت‘ ج ۶‘ ص ۱۶۷

۲۸۔ الرملی‘ شمس الدین محمد بن شھاب الدین‘ نھایۃ المحتاج الی شرح المنھاج‘ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ‘ ج ۷‘ ص ۱۵۸

۲۹۔ ابن الھمام‘ کمال الدین‘ محمد بن عبدالواحد‘ فتح القدیر‘ مصطفیٰ محمد‘ مصر (بدون تاریخ طبع) ج ۴‘ ص ۱۸۴

۳۰۔ الناھی صلاح الدین‘ الدکتور‘ روضۃ القضاۃ وطریق النجاۃ‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ ج ۴‘ ص ۱۳۱۱

۳۱۔ فتح القدیر‘ ج ۴‘ ص ۱۸۴

۳۲۔ سنن ابی داؤد‘ ج ۲‘ ص ۴۷۳

۳۳۔ البیھقی ابی بکر احمد بن الحسینی‘ السنن الکبریٰ‘ مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ‘ حیدر آباد‘ ۱۳۵۳ھ‘ ج ۸‘ ص ۳۱۰

۳۴۔ ابن فرحون‘ ابراھیم بن علی بن فرحون‘ تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناھج الاحکام‘ القاھرہ‘ ۱۹۵۸ء‘ ج ۱‘ ص ۲۰۵

۳۵۔ عبدالسلام‘ اسلامی قانون فوجداری‘ لاہور (س۔ن) ص ۱۳۵

۳۶۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ‘ مادہ ۱۷۴۱‘ ص ۳۵۳

۳۷۔ الکاسانی‘ علاؤ الدین‘ ابوبکر بن مسعود‘ بدائع الصنائع‘ القاہرہ ۱۳۲۸ھ‘ ج ۷‘ ص ۲۶۳

۳۸۔ ایضاً‘ ص ۲۶۴

۳۹۔ عالمگیری محی الدین‘ اورنگزیب (باھتمام) فتاوی عالمگیریہ دھلی ۱۳۸۰ھ‘ ج ۲۵‘ ص ۲۹۶

۴۰۔ ایضاً‘ ص ۲۹۸

۴۱۔ ایضاً‘ ص ۳۰۰

۴۲۔ القدوری‘ ابوالحسین‘ احمد بن محمد‘ امام‘ المختصر للقدوری‘ مکتبہ امدادیہ‘ ملتان‘ پاکستان‘ (بدون تاریخ الطبع)‘ ص ۱۸۴

۴۳۔ المرغینانی‘ برہان الدین علی بن ابی بکر‘ الھدایہ مطبع خیریہ مصر‘ ۱۳۲۷ھ‘ ص ۲۶۱

۴۴۔ موطا‘ امام مالک‘ ص ۵۹۲

۴۵۔ ھدایۃ‘ کتاب الجنایات‘ ص ۲۶۱

۴۶۔ القرآن الکریم‘ ۱۷:۳۳